**Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities** 384
Vol 4 (3) July-Sept, 2018 pp.384-401.
ISSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. Email:editor@gjmsweb.com
Impact Factor value = 4.739 (SJIF).

# CRITICAL ANALYSIS OF DR.ASRAR AHMAD'S CONCEPT OF SEERAT AND PEACEFUL REVOLUTION

## سیرت اورمنہج انقلاب ۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے نقطہ نظر کا تنقیدی جائزہ

**کوثر جان[1]، ڈاکٹرحافظ فداحسین[2]**

***ABSTRACT***- *The objective of this research paper is to analyze the concept of revolution of Dr.Asrar Ahmad, who was great Muslim scholar and he devouted his whoe life in the preaching of teaching of Holy Quran and Sunnah.The objective of this paper was to study his concept of peaceful revolution in the society He was against exploiting capitalist system, which have created multi-dimentional problems in the society.We come to the conclusion that his philosophy of revolution and peaceful struggle against capitalist system has some flaws, which makes the reader confused to some an extent. We do not find a clear direction in his thought how to bring peaceful revolution or change in the society.*

**Key words:** *Philosophy, revolution, exploitingy system, Mental change*.
Type of study: ***Original research paper***
Paper received: 18.03.2018
Paper accepted: 28.04.2018
Online published: 01.07.2018

1. M. Phil Islamic Studies Scholar, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan. kausarrani7@gmail.com
2. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab.Multan. doctorfidahussain@gmail.com. Cell #+923217321173.

**تعارف:**

ڈاکٹر اسرار احمدؒ (متوفیٰ: 2009)کے آباؤ اجداد کا تعلق یوپی کے ضلع مظفر نگر سے تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے پردادا حافظ نور اللہ جو کہ یوپی کے قصبہ حسین پور کے مکین تھے۔ دنیوی طور پر بڑے خوشحال تھے۔ ۱۸۵۷ءکی جنگ آزادی میں ایک انگریز افسر نے ان سے پناہ کی درخواست کی لیکن انہوں نے دینی حمیت میں اسے انکار کیا ۔ جنگ آزادی کے بعد انگریز حکومت کے زیر عتاب آگئے۔[1]

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے والد مختار احمد ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں بطورریڈر ملازم تھے۔ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی والدہ فردوسی بیگم نہایت دیندار خاتون تھیں ۔ مطالعہ قرآن سے خاص شغف رکھتی تھیں۔ انہوں نے جماعت اسلامی حلقہ خواتین کی مقامی ناظمہ کی حیثیت سے اپنے دینی فرائض سر انجام دیئے۔ ڈاکٹر صاحب کے چار بھائی اور چار بہنیں ہیں۔[2] ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی تعلیم کا آغاز قرآن حکیم سے کیا۔ آپ کی والدہ نے آپ کو قرآن پاک پڑھایا۔ اس کے بعد آپ کو دنیاوی تعلیم کے حصول کی خاطر گورنمنٹ ہائی اسکول حصار میں داخل کرادیا گیا ۔[3] آپ کو ابتدائی عمر سے ہی مطالعہ کا شوق تھا۔آپ نے علامہ اقبال، سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ابوالکلام آزاد کی تحریروں کا ابتدائی عمر ہی میں مطالعہ شروع کردیا تھا ۔ایف ایس سی کی تعلیم کے دوران ہی آپ جماعت اسلامی کے حلقہ ہمدردان میں شامل ہو گئے[4]۔ 1950ءمیں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں داخل ہوئے اور باقاعدہ اسلامی جمعیت طلبہ میں شمولیت اختیار کرلی ۔ جمعیت کے پلیٹ فارم نے آپ کی تحریری ، تقرری اور تدریسی صلاحیتوں کو خوب نکھرنے کا موقع فراہم کیا ۔ جمعیت میں رہتے ہوئے آپ نے دعوتی مضامین تحریر کیے ۔ جمعیت کے ترجمان کے طور پر مشہور ہو گئے۔ جمعیت میں فعال سر گرمیوں کی وجہ سے پہلے ناظم لاہور، پھر نا ظم پنجاب اور آخر میں ناظم اعلیٰ پاکستان کے منصب تک پہنچے ۔[5]

1954میں ڈاکٹر صاحب نے MBBS کرلیا تو انہوں نے جماعت اسلامی کی رکنیت کی

---

[1] رافعۃ الجبین، ڈاکٹر اسرار احمد کی شخصیت اور دینی خدمات، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 2016ء، ص 15۔

[2] ایضاً، ص16-17۔

[3] اسرار احمد ، ڈاکٹر، تنظیم اسلامی کی دعوت ، مرکزیانجمن خدام القرآن ، لاہور ، طبع ششم ، 2009ء،ص 6۔

[4] نوید احمد، انجنیئر، تنظیم اسلامی ایک تعارف، ص20

[5] نوید احمد، انجنیئر، حافظ، میثاق، لاہور، شمارہ مئی2010ء، ص18

درخواست دی ۔ ان کی درخواست منظور ہوئی اور اس طرح آپ باقاعدہ جماعت اسلامی کے رکن بن گئے۔ لیکن جلد ہی آپ نے جماعت اسلامی سے استعفیٰ دے دیا۔

ساہیوال سے اپنے دروس قرآن کا آغاز کرتے ہوئے بالآخر آپ نے لاہور میں متعدد مقامات پر کرشن نگر، مسجد خضراءسمن آباد ، مسجد شہدا، مسجد دارالسلام اور لاہور کے مختلف اور بڑے بڑے تعلیمی مراکز میں ہفتہ وار اور پندرہ روزہ اجتماعات کئے جس میں آپ نے مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کے دروس کے علاوہ قرآن مجید کے سلسلہ وار دروس کا آغاز بھی کیا۔ ان دروس کی مقبولیت عامہ کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ان میں سامعین کی تعداد کئی سو تک ہوتی ۔[6]

ڈاکٹر صاحب کے ان دروس کا سلسلہ لاہور اور اس کے مضافات تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ دوسرے بڑے شہروں میں بھی ماہانہ دروس قرآن کی محافل منعقد ہونے لگیں ۔[7] ڈاکٹر صاحب نے ان دروس کے ذریعے اپنی دعوت ہر خاص وعام کو پہنچائی ۔ ان میں ارباب اقتدار ، علماءکرام اور عوام شامل تھے۔ آپ کے دروس قرآن کے سامعین کی بڑی تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ پر مشتمل ہوتی تھی ۔ الغرض ڈاکٹر اسراراحمد نے قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کی دعوت و اشاعت کے لئے نہ صرف مندرجہ بالاذرائع اختیار کیے بلکہ آپ نے باقاعدہ دینی علوم کی دعوت و اشاعت کے لئے ایک طرف تو باقاعدہ اشاعتی و تعلیمی ادارے قائم کئے۔ دوسری طرف آپ اقامت دین اور اعلاءکلمة اللہ کے بلند و بالا مقصد کے لئے خالص اصولی اور انقلابی طریق پر جدوجہد اور اسلامی انقلاب کی سعی اسلامی اصولوں پر مبنی نئی تحریک (" تنظیم اسلامی " کے نام سے ) کا قیام بھی عمل میں لائے۔مارچ 1975ءکو مرکزی انجمن خدا م القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور میں تنظیم اسلامی کا تاسیسی اجلاس ہوا اورتنظیم اسلامی کا باقاعدہ طور پر قیام عمل میں آیا ۔

1984ءکے اواخر میں مسجد دارالسلام باغ جناح میں سیرت النبی ﷺ سے اخذ کردہ " انقلاب اسلامی منہج " کے موضوع پر گیارہ تقاریر ہوئیں ۔ بعد میں یہی خطابات " منہج انقلاب نبوی" کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع کر دیئے گئے۔

---

[6] اسرار احمد ، ڈاکٹر ، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر وپش منظر، مرکزی انجمن خدالقرآن ، لاہور ، 1990ء، ص 160

[7] نثار احمد ملک ، ڈاکٹر اسرار احمد ، ایک عظیم داعی قرآن ، (سہ ماہی) حکمت قرآن ، لاہور ، جلد29، شمارہ2، ص27

**منہج انقلاب نبوی اورعصرحاضر:**

انقلاب ،قلب سے ہے جیساکہ کہاجاتاہے: قلب الشئی جعل اعلاہ اسفلہ اویمینہ شمالہ اوباطنہ ظاہرہ[8]۔ ”یعنی قلب الشئی سے مرادہے کسی چیز کے اوپروالے حصے کونیچے کردینایااسے دائیں سے بائیں کردینا اس کے باطن کوظاہر کردینا“۔قلب سے لفظ انقلاب ہے یعنی باب انفعال سے انقلب، ینقلب، انقلاب ۔ صاحب لسان العرب کے نزدیک انقلاب سے مرادہے: الرجوع مطلقا۔[9] ”مکمل طور پر پلٹ جانا“۔

قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر انقلاب کالفظ پلٹنے، پھرنے اوربدلنے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

انقلبتم علی اعقابکم۔ ومن ینقلب علی عقبیہ [10]۔ ”تم الٹے پاؤں پھرجاؤگے اورجوالٹے پاؤں پھرے گا“۔

فیروزاللغات میں انقلاب کامفہوم اس طرح بیان ہواہے:

”انقلاب تغیر وتبدل، گردش دور،زمانہ کاچکرکھانا، نیزنگ زمانہ، بنیادی تبدیلی، پرانے سیاسی یامعاشی نظام کی جگہ نئے نظام کانفاذ“۔[11]

فیروز سنز اردوانسائیکلوپیڈیا کے مطابق انقلاب کااصطلاحی مفہوم ہے:

حکومت کی فوری تبدیلی جوطاقت کے زورسے عمل میں لائی گئی ہو۔ انقلاب کوانگریزی میں ریوولیوشن (Revolution) کہتے ہیں۔کودتا (Coup Etat)اورریوولیوشن میں یہ فرق ہے کہ ریوولیوشن عام لوگ برپاکرتے ہیں اورکودتا حکومت کے ارکان یافوج کی طرف سے ہوتاہے۔[12]

webster's Dictionaryمیں انقلاب کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"The overthorw and replacement of a government or political system by those governed-An extensive or drastic change in a condition, method, Idea etc[13] ".

یعنی حکومت یاسیاسی نظام کاعوام کی طرف سے ہٹایا یابدلا جانا۔ کسی حکومت طریق یاتصور وغیرہ میں کوئی بڑی اورجامع تبدیلی۔

اردولغت مقتدرہ قومی زبان کی بیان کردہ تعریف کے مطابق انقلاب کااصطلاحی مفہوم ہے:

---

[8] ابن منظور،جمال الدین محمد بن مکرم،لسان العرب،دارصادر،بیروت،الطبعۃ الثالثۃ، ۱۹۹۴ء،ج ۱،ص ۶۸۵

[9] لسان العرب ،ج ۱،ص۶۸۶

[10] آل عمران : ۱۴۴

[11] فیروزالدین ،فیروز اللغات، فیروز سنزلمیٹڈ ،لاہور، (س۔ن)،ص ۱۳۱

[12] فیروز سننز اردوانسائیکلوپیڈیا ،فیروز، سنزلمیٹڈ ،لاہور، طبع سوم ،۱۹۸۴ء،ص۱۴۳

[13] The New International Webster's Comhrehensive Dicitionary of the English language, Trident Press International, U.S.A 2004.

"کسی ملک کی حکومت یااس کی سیاسی تنظیم میں اچانک اورپرتشدد تبدیلی،عموما اندرونی تحریک سے ؛ کسی بھی سائنسی ،علمی ،سماجی ،معاشرتی یاصنعتی نظام سے انقلابی تبدیلی "۔[14]

مندرجہ بالا تعریفوں کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ انقلاب کسی اجتماعی نظام میں کسی تبدیلی کوکہتے ہیں ۔

ذیل میں ہم ڈاکٹر اسراراحمد کے افکار کی روشنی میں بیان کردہ منہج انقلاب نبویﷺ اورعصرحاضر میں انقلاب کی صورت حال کی وضاحت کرتے ہیں۔ڈاکٹر اسراراحمدسیرت النبیﷺ سے اخذکردہ مراحل انقلاب کوچھ مراحل میں تقسیم کرتے ہیں،جودرج ذیل ہیں:

**دعوت یاانقلابی نظریہ:**

انقلابی عمل کاپہلا مرحلہ ایسا انقلابی نظریہ ہے جس کی دعوت دی جائے جب تک یہ فلسفہ یا نظریہ ذہن میں بیٹھ نہ جائے انقلاب کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایاجاسکتا۔ڈاکٹر اسراراحمد کے نزدیک انقلاب محمدیﷺاوردوسرے انقلابات کے مابین اس اعتبارسے یہ فرق ہے کہ دنیاکے دونوں معروف انقلابات کے لیے نظریہ ،فکر اورفلسفہ انسانی ذہنوں کی پیداوارتھا۔ جبکہ جناب محمد رسولﷺ کو وہ نظریہ ،فکر اورفلسفہ وحی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا حضرت محمدﷺاللہ کی طرف سے جودعوت لے کر تشریف لائے وہ درحقیقت توحیدہے جس کی بنیاد قرآنِ مجیدہے اوریہی نظریہ نبی اکرمﷺ کی دعوت کامرکز ومحور تھا۔ یوں انقلابِ محمدی کا انقلابی نظریہ توحیدہے جوانسان کی اجتماعی زندگی میں انقلابی تبدیلی کاعلمبردارہے۔ یعنی انسانی حاکمیت کی بجائے اللہ کی حاکمیت مطلقہ کااقرار، ملکیت کی بجائے امانت کاتصور اورکامل معاشرتی مساوات کاتصور، اس نظریہ توحید کے انقلابی نتائج ومضمرات ہیں۔[15]

**تنظیم:**

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک انقلابی عمل کے مراحل سے دوسرامرحلہ انقلابی جماعت کی تنظیم کا ہے۔ یعنی جولوگ انقلابی دعوت کے اساسی نظریہ کوذہنا تسلیم کرلیں اوراس دعوتِ ایمان کے نتیجے میں تزکیہ نفوس کے مراحل سے گزرکراپنی ذات پر اللہ کادین قائم کرچکے ہیں،انہیں ایک جماعت کی صورت میں منظم کرناہے۔ اوریہ جماعتی تنظیم فوجی اندازکی ہوکہ افسر

---

14 اردولغت ، مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد ،ص۶۵۔

15 تفصیل کے لیے دیکھئے :منہج انقلاب نبویﷺ ،ص15-36؛ رسول انقلاب ﷺکاطریق انقلاب ص18-34

جوحکمدے اسے سنو اورمانو کیونکہ انہیں جب تک کسی مضبوط تنظیم کے اندرجوڑانہیں جائے گا کچھ نہ کرسکیں گے۔[16]

**تربیت :**

ڈاکٹر صاحب انقلابی جماعت کی تنظیم کے بعداگلا مرحلہ افراد کی تربیت کابیان کرتے ہیں اورآپ کے نزدیک یہ تربیت میدان میں اتارنے کے لیے ہو۔ڈاکٹر صاحب ؒ انقلابی تربیت کے حوالے سے درج ذیل چار ہدف مقرر کرتے ہیں:

۱۔انقلابی فکر مستحضر رہے۔ رسول اللہﷺ کے انقلابی فکر کامنبع وسرچشمہ قرآن تھا اوراس نہج پراب جو بھی دعوت اٹھے گی اس کامنبع وسرچشمہ بھی یہی قرآن ہوگا۔ اسے پڑھتے رہو تاکہ تمہارا فکرتازہ رہے کیونکہ اگرانقلابی فکر ونظریہ جس پرانقلابی جدوجہد کاانحصار ہے کمزور پڑگیا توجذبہ عمل بھی ختم ہوجائے گا۔

۲۔سمع وطاعت یعنی ڈسپلن کاعادی بنایاجائے کہ سنیں اورمانیں چاہینانآڑے آئے، قوت برداشت جواب دے جائے لیکن امیرکاحکم مانناہے۔

۳۔تحریک کے کارکنوں میں اپناتن من دھن سب قربان کرنے کاجذبہ پیداہوجائے۔

۴۔کارکنوں کی روحانی تربیت کی جائے چونکہ یہ محض ایک انقلاب نہیں بلکہ اسلامی انقلاب کی تیاری ہے اس لیے ایسے کارکنوں کی روحانی اوراخلاقی تربیت ضروری ہے تاکہ ان میں وہ اقدار آجائیں جو اس نظام کے لازمی اجزامیں سے ہیں جوقائم کرنا مطلوب ہے۔[17]

لہٰذا انقلابی کارکنوں میں جواوصاف نظرآنے چاہئیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ اشداءعلی الکفار رحماءبینھم [18]

۲۔ ذوق عبادت اورشوق رکوع وسجود

۳۔ ہرقسم کی ملامت سے بے پروائی۔[19]

الغرض ڈاکٹر صاحب نے منہجِ انقلابِ نبویﷺ کے جوابتدائی تین مراحل (دعوت، تنظیم اورتربیت )بیان کئے ہیں ان کاحاصل یہ ہے کہ تربیت یافتہ کارکنوں پرمشتمل ایک انقلابی جماعت وجودمیں آجائے جوایک قوت اورطاقت بن جائے تاکہ انقلابی عمل کے اگلے مراحل آسانی سے طے ہوسکیں۔جنہیں(ان مراحل کو) آپ ایک جامع عنوان دیتے ہیں یعنی ”تصادم“ اوراس تصادم کاآغاز

---

16 خلافت کی حقیقت اورعصرحاضر میں اس کانظام،ص182۔

17 تفصیل کے لیے دیکھئے:رسول انقلاب ﷺکاطریق انقلاب ،ص20-25

18 الفتح:29

19 تفصیل کے لیے دیکھئے:منہج انقلاب نبویﷺ ،ص61-69

ایک انقلابی جماعت درج ذیل مدارج سے کرتی ہے تاکہ ظالمانہ ،استبدادی اوراستحصالی نظام کاخاتمہ ہوسکے۔

**صبر محض:**

انقلابی فکرونظریہ کے مخالفین اس انقلابی جماعت کامذاق اڑانے کے ساتھ ساتھ ان پر تشدد بھی کرتے ہیں ۔ان حالات میں ڈاکٹر صاحب کے نزدیک انقلابی جماعت کارویہ یہ ہوناچاہیے کہ ماریں کھاؤ لیکن اپنے موقف سے نہ ہٹو۔ ابھی انقلابی جماعت کواپنی دعوت کی توسیع کے لیے وقت درکار ہے اس لیے اس مرحلہ پر صبر محض کارویہ درکارہے اورصبرمحض کایہ رویہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں مسلسل بارہ برس تک جاری رہا۔[20]

**راست اقدام:**

صبر محض کارویہ اختیار کرتے ہوئے جب انقلابی جماعت کی طاقت اتنی ہوجائے کہ وہ محسوس کرے کہ اب کھلم کھلا اس باطل نظام کوچیلنج کیاجاسکتاہے۔ تواس مرحلہ پراگلامرحلہ یعنی راست اقدام شروع ہوجاتاہے جس میں ڈاکٹر صاحب کے نزدیک حکمت عملی یہ اختیار کی جائے گی کہ اینٹ کاجواب پتھر سے دو اوران کے تشدد کاجواب بھرپور طریقے پردویا اس نظام کی کسی دکھتی ہوئی رگ کوچھیڑدو۔[21]

ڈاکٹر صاحب اس مرحلہ کے لیے اس بات کی طرف بھی نشاندہی کرتے ہیں کہ اقدام کے لیے مناسب وقت کاتعین بھی بہت ضروری ہے۔ اگرتیاری کے بغیر اقدام کردیایاتیاری ہونے کے باوجود اقدام میں تاخیر کردی یاقبل ازوقت اقدام کردیاتوآپ نے موقع کھودیاتب آپ ناکام قرارپائینگے۔ لہٰذا اقدام اس وقت کیاجائے جب یہ محسوس ہوکہ انقلابی جماعت کی تعداد کافی ہے ان کے اندرڈسپلن کی پوری پابندی ہورہی ہے اوریہ کہ انقلابی کارکن اپنے جان مال سمیت ہرچیز قربان کرنے کے لیے تیارہوں۔[22]

**مسلح تصادم:**

انقلابی عمل کاآخری مرحلہ مسلح تصادم کاہے۔ یعنی جب راست اقدام (Active Resistance) شروع ہوجائے توگویا پورے سسٹم کوچیلنج کردیاگیاہے چنانچہ اب موجودہ استحصالی نظام انقلابی تحریک کارکنوں کومکمل طور پر کچلنے کے لیے اقدام کرے گا۔

ڈاکٹر صاحب اس ضمن میں لکھتے ہیں:

---

20 اسرار احمد، ڈاکٹر،منہج انقلاب نبوی ﷺ ،ص۸۸

21 تفصیل کے لیے دیکھئے:رسولِ انقلاب ﷺکاطریق انقلاب ،ص25، 26

22 اسرار احمد، ڈاکٹر،منہج انقلاب نبوی ﷺ ،ص 21،20۔

”جب تک وہ انقلابی جماعت اقدام نہیں کررہی تھی یعنی ماریں کھارہی تھی اورہاتھ نہیں اٹھارہی تھی تب تک تو اوربات تھی۔ اب اگر اس جماعت نے بھی ہاتھ اٹھالیا تووہ نظام اس پر پوری طاقت اورقوت کے ساتھ حملہ آورہوگا اوریہ آخری مرحلہ جس کے اندرجسمانی ٹکراؤ ہوکررہتاہے....اگر پہلے پانچ مراحلے صحیح طورپر طے ہوئے ہیں.... تو انقلابی جماعت کامیاب ہوجائے گی۔ انقلاب وقوع پذیر ہوجائے گا اوراس انقلابی نظریہ کے مطابق نظام یکسر تبدیل ہوجائے گا.... ورنہ اسے کچل کررکھ دیا جائے گا“۔[23]

الغرض ڈاکٹر اسراراحمد نے ظالمانہ واستحصالی نظام کو تبدیل کرنے اوراس کی جگہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے سیرت النبیﷺ سے اخذ کردہ انقلابی عمل کے درج بالا چھ مراحل بیان کیے ہیں جن کے بارے میں ان کاکہنا یہ ہے:

”انقلاب کے یہ مراحل میں نے سیرتِ محمدیﷺ سے اخذکیے ہیں اس کے سوامیرے نزدیک ان کاکوئی ماخذ نہیں ہے، کیونکہ کامل اورہمہ گیر انقلاب کامنہاج اورنقشہ صرف سیر ت محمدیﷺ سے ہی مل سکتاہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں کامل انقلاب صرف اورصرف حضرت محمدﷺ نے برپا کیا ہے“۔[24] چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ مراحل انقلابِ نبویﷺ کاجائزہ لینے کے بعد اب اس بات کاجائزہ لیاجائے گاکہ ڈاکٹر صاحب منہجِ انقلاب کے مراحل کاعصرحاضر میں کس طرح انطباق کرتے ہیں۔

**منہج انقلاب نبوی اورعصر حاضر:**

نبی اکرمﷺ کے وقت اورآج حالات میں بہت فرق واقع ہوچکاہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب جہاں منہجِ انقلاب نبویﷺ کے مراحل بیان کرتے ہیں وہاں اس بات کی طرف بھی رہنمائی فرماتے ہیں کہ موجودہ دورمیں رسول اللہ ﷺکی انقلابی جدوجہد کے کن کن مراحل اورامور کوجوں کاتوں لیناہوگا اوروہ کون سے مراحل ہیں جن کے بارے میں سیرت النبیﷺ کو سامنے رکھ کر موجودہ حالات کے پیش نظراستنباط کرناہوگا۔ کیونکہ آپ کے نقطہ نظر سے دورِ نبویﷺاورآج کے حالات میں دواعتبارات سے فرق واقع ہواہے۔ ڈاکٹر صاحب اس سلسلے میں رقم طرازہیں:

”دورنبویﷺ اورموجودہ حالات میں پہلا واضح ترین اورنمایاں ترین فرق تویہ ہواہے کہ نبی اکرمﷺ کی بعثت مبارکہ ایک خالص کافرانہ ومشرکانہ معاشرے میں ہوئی تھی جبکہ ہمارا تعلق ایک مسلمان معاشرے سے ہے“۔[25]

---

23 ایضاً ، 21

24 اسرار احمد، ڈاکٹر،منہج انقلاب نبویﷺ ،ص 21۔

25 ایضاً، ص 335۔

دوسرے فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نوعِ انسانی کاجوتمدنی ارتقاءہواہے اس کے اعتبارسے اب کسی بھی ملک میں جو حکومت ہوتی ہے اس کے پاس تمام وسائل اورپوری قوت موجودہوتی ہے جبکہ عوام اب بالکل نہتے ہوگئے ہیں ۔چنانچہ حکومت اورعوام کے مابین فرق وتفاوت اتنازیادہ ہوگیاہے کہ وہ جومسلح تصادم والامرحلہ ہے،یعنی پہلے سے قائم شدہ باطل نظام سے مسلح تصادم کامعاملہ وہ نظری اورعملی دونوں اعتبارات سے قریباًناممکن ہوچکاہے"۔[26]

لہٰذا ڈاکٹر صاحب کے نزدیک دونوں تبدیلیاں ایسی بنیادی ہیں کہ انہیں سامنے رکھتے ہوئے یہ غور کرناہوگاکہ اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے بعینہ وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جو سیرت النبیﷺ میں ملتاہے یاان اصولوں کوپیش نظر رکھتے ہوئے ہرمرحلہ پر ہمارالائحہ عمل مختلف ہوگا۔چنانچہ ڈاکٹرصاحب کے خیال میں اس دور میں اسلامی انقلاب برپاکرنے کی یہی صورت ہے کہ اس مسئلہ کوتمدنی ارتقاءکی روشنی میں حل کیاجائے۔ تمدنی اورفکری ارتقاءنے اس بات کو بنیادی انسانی حقوق مینسے ایک حق قراردیاہے کہ ایک شخص اپنی جماعت بنائے اورلوگوں کو اپنی بات کاقائل کرے۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کواپناہم خیال بنائے اوروہ یہ کام کھلم کھلا اور برملا کردے۔ یہ اس کاآئینی حق ہے۔ اسے زیرزمین جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پرامن طریقے سے ہرپارٹی کوبرسراقتدار پارٹی کے خلاف مہم اورتحریک چلانے کاحق پوری دنیا میں تسلیم کیاجاتاہے۔[27]

لہٰذا موجودہ دورمیں باطل نظام کوبیخ وبن سے اکھاڑ کراس کی جگہ صحیح وکامل اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے منہج انقلابِ نبویﷺ کے جن چھ مراحل کاتذکرہ ہوچکاہے ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اگر ان کے بارے میں فرض کرلیاجائے کہ کسی معاشرے میں انقلابِ محمدیﷺ کے مرحلہ وار کام ہورہاہے۔ دعوت وتبلیغ، تنظیم اورتربیت کے مراحل طے ہورہے ہیں۔تکالیف ومصائب کوبھی جھیلا جارہا ہے اوراسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے ایک مضبوط اورموثر جماعت بھی بن گئی ہے تواب اقدام اورتصادم کی کیانوعیت ہوگی؟ آپ اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

"اب اسلامی انقلاب کے اقدام کاواحد راستہ یہ ہے کہ اگرایک ایسی تنظیم وجودمیں آجائے جوپہلے چارمراحل یعنی دعوت ،تنظیم ،تربیت اورصبرمحض سے گزرچکی ہوتووہ رائج الوقت نظام اوراس کوچلانے والے انتظامی ادارے کے مقابلے میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے کمرکس لے اورجان ہتھیلی پررکھ کر کھڑ ی ہوجائے۔ علی الاعلان یہ کہے اب فلاں

---

[26] ایضاً، ص 336، 337 ۔

[27] اسرار احمد، ڈاکٹر،منہج انقلاب نبویﷺ ،ص 355

فلاں منکرات ہم ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ یہ کام اب ہماری لاشوں پرہوگا پھراس پرڈٹ جائے اورہرنوع کی جانی ومالی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہ کرے''۔[28]

الغرض ڈاکٹر اسراراحمد کے نزدیک موجودہ دورمیں اسلامی انقلابی جماعت منکرات یعنی خلافِ شریعت کاموں کے خلاف مظاہروں کے ذریعے اقدام کا آغاز کرے گی۔ تمدنی ارتقاءنے ان مظاہروں کی بہت سی صورتوں سے دنیا کوروشناس کرادیاہے جن میں پکٹنگ یعنی دھرنا مارکر بیٹھنا۔[29] لہٰذاجب ایسے اقدام شروع کردیے جائیں توڈاکٹراس ضمن میں لکھتے ہیں:

''کوئی بھی انقلابی تحریک جب اس مرحلے میں داخل ہوجائے گی تواس کانتیجہ یہ نکلے گا کہ باطل نظام اس کے راستے میں مزاحم ہوگا۔ اب اس جماعت کے کارکنوں پرگولیاں بھی برسائی جائیں گی، ان کوجیلوں میں بھی ٹھونسا جائے گا، لیکن یہ سارا تشدد یک طرفہ ہوگادوطرفہ نہیں.... اسلامی انقلابی تحریک کے کارکن کسی کوقتل نہیں کریں گے بلکہ خودقتل ہونے کے لیے تیارہوں گے''۔[30]

''اس تنظیم کے وابستگان ساری تکلیفیں اپنے اوپر جھیلنے کے لیے تیارہوں گے۔ ساری مصیبتیں خودبرداشت کریں گے ....اگریہ معاملہ ہوجائے اوریہ مرحلہ آجائے تویہ بات جان لیجئے کہ آخر کب تک اس ملک کی مسلمان پولیس ان پر لاٹھیاں برسائے گی.... یہ بات بھی جان لیجئے کہ کوئی جابر سے جابر حکمران بھی ایک حدسے آگے نہیں جاسکتا .... جب ایک منظم انقلابی جماعت راہ حق میں جان دینے کے لیے آمادہ ہوجائے تواسے ملک کے عوام کی اتنی اخلاقی اورعملی حمایت حاصل ہوجاتی ہے کہ پھر اسے کچلنا اورختم کردیناآسان نہیں رہتا.... اورکوئی طاقت ایسے جانبازوں اورسرفروشوں کاراستہ نہیں روک سکتی''۔[31]

ڈاکٹر صاحب موجودہ دورمیں انقلاب کے طریق کار کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ انقلابی طریق کارکواپنانے سے درج ذیل تین ممکنہ نتائج نکل سکتے ہیں:

۱۔حکومت اگران مظاہروں کے نتیجے میں پسپائی اختیارکرے اورمنکرات کوختم کرناشروع کردے تو ایک منکر کے بعددوسرے منکر کے خلاف مظاہرے جاری رہیں گے۔ آخر منکرات ختم

---

28 ایضاً

29 ایضاً

30 اسراراحمد، ڈاکٹر، خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام، ص 196

31 اسراراحمد،ڈاکٹر، منہج انقلاب نبوی، ص375،374

کراتے کراتے اسلامی انقلاب آجائے گا، تبدیلی واقع ہوجائے گی لیکن جب تک نظام مکمل اسلامی نہیں آئے گایہ جدوجہد جاری رہے گی۔

۲۔حکومت طاقت سے اسلامی تحریک کوکچلنے کی کوشش کرے گی۔ اگرتحریک کے کارکنوں نے صبر واستقامت کاثبوت دیا توپورے وثوق سے کہاجاسکتاہے پولیس اورفوج بھی جواب دے دے گی کہ یہ مظاہرین ہمارے ہی ہم مذہب وہم وطن ہیں چنانچہ نتیجہ یہ نکلے گاکہ حکومت کاتختہ اُلٹ جائے گا۔

۳۔تیسرا نتیجہ یہ نکل سکتاہے کہ حکومت اس تحریک کوکچلنے میں کامیاب ہوجائے تواس صورت میں لوگوں کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی بلکہ اللہ کے یہاں اجرعظیم اورفوزکبیر سے نوازے جائیں گے اوردنیا میں انہی جانثاروں کے خون سے کوئی نئی انقلابی اسلامی تحریک ابھرے گی جواس باطل نظام کوللکارے گی۔ اس طرح وہ وقت آئے گاجب پورے کرہ ارض پراللہ کادین غالب ہوکررہے گا۔[32] یوں ڈاکٹر صاحب منہج انقلاب نبویﷺ کی روشنی میں انقلابی عمل کامکمل خاکہ پیش کرکےلوگوں کواستحصالی نظام کے خاتمہ اورانقلابی عمل کے ذریعے اسلامی نظام کے قیام کی ترغیب دلاتے ہیں۔

**ڈاکٹر صاحب کے تصورانقلاب کا تجزیہ:۔**

ڈاکٹر اسرار مرحوم کے بیان کردہ فلسفہ انقلاب کا بنیادی المیہ یہ ہے کہ ایک طرف لفظ "انقلاب ،ٹکراو اور تبدیلی نظام"سے یہ فلسفہ اس حد تک فکری و قلبی وابستگی کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کے پیرو کاروں کو اس فلسفہ کے بغیر دین،قرآن اور شریعت کی بڑی سے بڑی دعوت اور حکم بھی پھیکا ، بدمزہ اور بے ذائقہ لگتا ہے،لیکن دوسری طرف اس فلسفہ کا داخلی تضاد ،فکری الجھاو اور عملی بے بسی کایہ عالم کہ یہ اسی نظام کو قائم رکھنے والے،اسی نظام کی پرورش اور نگہبانی کرنے والے اور اس کے زبردست حفاظتی ٹول یعنی "مطالباتی احتجاج "کو سب سے مضبوط ترین ذریعہ انقلاب قرار دے ڈالتا ہےدوسرے لفظوں میں جدید نظام نے جو ٹولز اپنی حفاظت اور ترقی و مضبوطی کے لیے متعارف کرائے اور ان ٹولز میں زبردست صلاحیت رکھی کہ ان کو استعمال کرنے والے اسی نظام کا حصہ اور محافظ بن کر رہ جائیں گے،ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کے فلسفہ انقلاب میں انہی "ٹولز"کو ہی"نظام کی تبدیلی اور انہدام"کے اوزارکے طور پر متعارف کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ با الفاظ دیگر اس فلسفہ انقلاب میں یہ مغالطہ پوری شدت سے کار فر ماہے کہ "احتجاجی"تحریک کے ذریعے سے موجودہ نظام کو اکھاڑ پھینکا جاسکتا ہے۔

---

[32] ایضاً75،376

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم "احتجاجی ومطالباتی طریق کار "کو عصر حاضر میں اسلامی انقلاب اور اقامت دین کے لیے قتال فی سبیل اللہ اور غزوہ بدر کا واحد ممکن متبادل طریق کار کے طور پیش کرتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں احتجاجی طریق کار کو انقلاب نبوی ﷺ کے آخری مرحلے یعنی ''مسلح تصادم/قتال فی سبیل اللہ ''کا واحدقابل عمل متبادل قرار دیا گیا ۔انہوں نے نبی کریم ﷺکے برپا کئے گئے انقلاب کے آخری مرحلے کے طریق کا ر میں "اجتہاد "کے عنوان سے قتال فی سبیل اللہ/مسلح تصادم "کی بجائے"مطالباتی احتجاجی تحریک" کوغیر مسلح تصادم کا نام دے کر اسی کو اس مرحلے کا واحد ممکن اور قابل عمل اور نتیجہ خیزطریق کار ثابت کرنے کی کوشش فرمائی۔

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کے اس "فلسفہ انقلاب"اور" اجتہاد "کے نتیجے میں پیدا ہونے والی الجھنوں اور مغالطوں کودرج ذیل نکات میں واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:

۱۔بنیادی غلطی یہ ہوئی کہ اقامت دین کی جدوجہدکو قتال والی آیات سے منصوص اور فرض ثابت کیا گیا۔

۲۔دینی فرائض کے جامع تصورکے نقطہ عروج پر اقامت دین(بمعنی قیام حکومت اسلامی)اور اس "اقامت دین" کا بھی آخری مرحلہ قتال فی سبیل اللہ کو قرآن و احادیث کی نصوص سے ثابت کیا گیا۔

۳۔منہج انقلاب نبویﷺ کے بیان میں بھی"قتال فی سبیل اللہ"کو انقلاب کے آخری مرحلے کے طور پربیان کیا گیا اور پھر عصری تقاضوں،تمدنی ضرورتوں اور اللہ کے دین کو غالب کرنے والے اور اس غلبہ کی راہ میں رکاوٹ بننے والے دونوں فریق مسلمان ہونے کی وجہ سے آخری مرحلے میں اجتہاد کے ذریعے تبدیلی کا اعلان کیا گیا۔

۴۔اس اجتہاد کے دلائل کی منطقی ترتیب در حقیقت اقامت دین/انقلاب اسلامی اور فرائض دینی کے تصور کو زمین بوس کرکے رکھ دیتی ہے۔

۵۔کیونکہ قتال کی جن آیات سے اقامت دین کی جدوجہد کو منصوص اور فرض ثابت کیا گیا تھامنہج انقلاب نبوی کے آخری مرحلے میں اجتہاد کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے اسی "قتال"کو محال اور خارج از بحث قرار دے دیا۔جس کے نتیجے میں یہ انقلابی جدو جہد قا بل عمل(feasible)ہی نہ رہی اور اس کی جگہ پر (غیر مسلح تصادم کے عنوان سے) "مطالباتی احتجاجی تحریک"کو واحد ممکن قابل عمل طریق کار کے طور پر لا کر بٹھا دیا گیا۔

۶۔اس تناظر میں سوال پیدا ہوتاہے کہ اقامت دین کی جدوجہد اگرمنصوص جدو جہد ہے جیسا کہ قتال والی آیات سے اسے واضح اور مبر ہن کیا گیا اور منصوص ثابت کیا گیا توکیا واضح نصوص قرآنی میں اجتہاد کرنا درست بھی ہے؟

۷۔ڈاکٹراسرار احمد مرحوم کا اعلانیہ موقف یہی رہاہے کہ نصوص میں اجتہاد کرنا گمراہی ہے۔ اگر اقامت دین کا فریضہ قتال والی آیات سے ثابت کرنا درست ہے تو اقامت دین کے آخری فیصلہ کن مرحلے میں اسی"قتال "کو ہی نا قابل عمل قرار دے کرخارج از بحث کر دینا اوراس کی جگہ پر غیر مسلح تصادم کو اختیار کرنے کی دعوت دینابادی النظرمیں نصوص میں اجتہاد محسوس ہوتاہے۔منہج انقلاب میں پیش کیے جانے والے اجتہاد میں ایک مغالطہ یہ کار فرماہے کہ ڈاکٹر صاحب کو ایک طویل عرصہ تک اقامت دین کے لیے قتال فی سبیل اللہ کی فرضیت کو قرآن کی نصوص قطعیہ سے ثابت کرتے رہے اور نبی اکرمﷺکے پرفیکٹ ماڈل(عزوہ بدر)سے اس کو فرض عین قرار دیتے رہے۔لیکن فلسفہ انقلاب میں اجتہاد کے بعد وہی قتال اب "خروج"کے ہم معنی ومساوی قرار پایا۔حالانکہ اول الذکر صورت"فرض قتال"سے بحث کرتی تھی اور ثانی الذکرصورت(خروج)محض ایک جائز قتال سے بحث کرتی ہے۔سوال پیدا ہوتاہے ایک مباح اور جائز امر(خروج)میں اجتہاد کا اعلان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ہماری رائے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک مباح کی جگہ پر دوسرے مباح کو اختیار کرنے کے لیے کسی فقیہ نے اجتہاد کیا ہو۔اس وضاحت کے نتیجے میں خود بخود ایک سوال یہ پیدا ہو سکتاہے کہ پھر فقہا کرام نے خروج کے بارے میں اپنی اجتہادی آراکیوں پیش کیں؟اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خروج اور بغاوت بالعموم حرام سمجھی گئی ہے اور فقہا ءکرام نے ناگزیر صورتحال میں سخت شرائط کے ساتھ اس کے جواز سے بحث کی ہے۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہاںایک حرام کام کے مباح ہونے کی شرائط کا بیان اورکہاں ایک فرض اورایک حکم قرآنی(قتال فی سبیل اللہ)میں اجتہاد کرکے اس کی جگہ پر مطالباتی احتجاجی تحریک(غیر مسلح تصادم )کولا بٹھانے کی دعوت دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ وہاں حرام قتال کو جائز قتال ثابت کرنے کے لیے سخت شرائط کا بیان ہے اور یہاں نصوص قرآنیہ سے فرض ثابت کرنے کے بعد اسی فرض قتال کے عملاًعدم امکان اور عدم جواز کی وجوہات گنوائی جار ہی ہیں اور اس کا متبادل تجویز کیا جارہا ہے۔

۸۔ہماری رائے میں یہ اجتہاد اور اس کا استدلال بالآخر "اقامت دین کی جدو جہد"کو فرض اور منصوص کی حدودسے خارج کرکے اسے محض ایک اجتہادی اور مباح کے درجے کا معاملہ بنا کر رکھ دیتاہے۔

۹۔کیونکہ حکمرانوں کے سامنے"احتجاجی مطالباتی تحریک "چلا کر دین وشریعت کے کسی حکم کو نافذ کر ا لینا بلا شک و شبہ ایک محمود کاوش ہو نے کے باوجود کسی صورت منصوص اور فرض نہیں کہلائی جاسکتی۔لہذا جب یہ مطالباتی احتجاجی تحریک منصوص اور فرض کے دائرے کی چیز نہ رہی تو پھر اقامت دین کی فرضیت کا فلسفہ خاتمہ سے دوچار ہو جاتا ہے۔

10-اس کے بعد "اقامت دین کی جدوجہد"میں آپ صرف عبادت اور دعوت کے مراحل کو قرآن وسنت کی نصوص سے فرض ثابت کر سکتے ہیں لیکن، اقامت کے مرحلے میں"مطالباتی احتجاجی تحریک"کسی طور پر کسی نص سے ثابت ہی نہیں ہوتیبلکہ ڈاکٹر اسرار احمد کے اجتہاد کے دلائل تو اسے خروج کے متبادل کے طور پر قرار دے کر اسے محض ایک مباح اور جائز امر کے ہم وزن معاملہ قرار دیتے ہیں،یعنی ایک ایسا کام جس کے ارتکاب سے پہلے اگر کڑی شرائط کا خیا ل نہ رکھا جائے تو وہ ناجائز اور حرام قرار پاتاہےبلکہ فقہا ءکرام کی اکثریت تو کسی صور ت خروج کو جائز سمجھتی ہی نہیں ۔ اس تناظر میں تو "مطالباتی احتجاجی تحریک "ایک ناجائز امر کے ہم وزن ثابت ہو جاتی ہے۔

11-اس "اجتہاد "کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ خروج کے ہم وزن اور مساوی قرار دئیے جانے کی وجہ سے منطقی طور پر "اقامت دین کی جدوجہد"کے اقامت (مسلح تصادم ) کے مرحلے کو ایک ناجائز مرحلہ ثابت کر ڈالتی ہے۔اور اجتہاد کے ا علان کے ساتھ اس کے جواز کی راہ نکالتی ہے۔

12-جیسا کہ سابقہ سطور میں تحریر کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی تعبیر دین میں اقامت دین کے آخری مرحلہ کو ایک عبادت اورایک فریضہ سمجھا گیا ۔ اسی لیے قتا ل والی آیت سے اس کی فرضیت ثابت کی گئی ۔ لیکن فلسفہ انقلاب کے زیر اثر قرآن حکیم کی درجنو ں نصوص میں اجتہاد کر کے قتال کی جگہ اس مطالباتی احتجاجی تحریک کو بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

13-فلسفہ انقلاب کے اس اجتہاد میں ایک خامی یہ بھی ہے کہ ڈاکٹر اسرااحمد مرحوم اپنی درجنوں تقاریر میں واضح کر چکے کہ نظام کی کوئی جزوی اصلاح اور تبدیلی"انقلاب "نہیں کہلا سکتی انقلاب صرف اور صرف وہ ہے جو مکمل نظام (سیاسی، معاشی اور معاشرتی گوشوں ) کی تبدیلی پر محیط ہو۔ اب اس اجتہاد (مطالباتی تحریک ) کے مندرجہ بالا دلائل کی روسے جس مطالباتی احتجاجی تحریک کو متعارف کروایاگیا تو وہ کسی خلاف شریعت معاملہ(مثلا سود) کی ممانعت اور منسوخی کے لیے چلائی جائے گی۔اب اس سے یہ سوال پیدا ہوتاہے کہ اس طرح اگر بالفرض آپ سود کی ممانعت کا کوئی قانون منظور کروا بھی لیتے ہیں تو یہ آپ کے اپنے بیان کئے گئے اصول اور معیار کی رو سے کیا انقلاب کہلائے جانے کا مستحق ہے ۔

14-.نیز یہ کہ شریعت کے باقی احکام کے نفاذکے لیے کتنی دفعہ مطالباتی احتجاجی تحریک چلانا ہوگی؟کیا اس کی کوئی تعداد متعین کی گئی ہے۔اور یہ کہ ہر احتجاجی تحریک کتنے کتنے عرصے بعد چلانی ہو گی؟

15-کیا عالمی استعماری طاقتوں کے آلہ کارحکمران ہر دفعہ اسلامی تحریک کا انتظار کرتے رہے گے کہ اگر کسی ایک کامیاب مطالباتی احتجاجی تحریک کے نتیجے میں وقتی طور پرایک شرعی حکم کا قانون منظور کروالیا گیا ہے تو نظام باطل کے علمبرداروں کی طرف سے اب کھلی
چھٹی دے دی جائے گی کہ اب وہ جب چاہیں دوبارہ اٹھیں اور ایک ایک کر کے دوسرے شرعی احکام کے قوانین منظور کرواتے چلے جائیں؟

16-اورکیا کسی قانون کا منظور ہوجانا اس با ت کی ضمانت بھی فراہم کرتاہے کہ اس پر عملدرآمد بھی کیا جائے گا؟اگر ہاںتو پھر حدودآرڈیننس توپاکستان میں کم و بیش 35سال سے نافذ ہیں پھر آج تک کتنے چوروں کے ہاتھ کٹے اور کتنے زانیوں کو سنگسار یا کوڑے مروائے گئے؟

17-کیا یہ زیادہ درست منہج ہے کہ اسلامی ذہن کے لوگ حکومت میں آئیں اور اسلامی نظام کو رائج و نافذ کریں یا یہ زیادہ اقرب الی الصواب ہے کہ حکمران تو استعمار ،طاغوت اور نفس کے پجاری رہیں اور اسلامی تحریک محض ان کے سامنے مطالباتی احتجاج کر کے اسلامی قوانین بنانے کا مطالبہ کرے۔ آخر دونوں صورتوں میں اسلامی نظام کے کامل رواج و نفاذ کا درست اور معقول طریقہ کون سا ہے؟ پاک بازلوگوں کے ذریعے پاکیزہ نظام کا کامل نفاذو رواج یا ناپاک اور بدباطن لوگوں کے ذریعے سے پاکیزہ نظام کے قوانین کی نیم دلانامنظوری؟

18-اگر پہلا طریق یعنی حکمران بھی اسلامی ذہن کے ہوں اور وہی اسلامی نظام کو رائج کریں تو اس صور ت میں جماعت اسلامی کا اختیار کردہ انتخابی طریق کا ر زیادہ معقول اور صائب طریق کار ہے۔تاہم اگر مسلسل تجربے سے انتخابی طریق کار ناکام ثابت ہو رہا ہے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ بیماری کی اصل جڑ(ایمان،عبادات ، دعوت ،تزکیہ ،عد ل اور سچی انسانی ہمدردی اور حلال و حرام کی ایمانی معیار ات سے رو گردانی ،غفلت اورتساہل)کی طرف توجہ دلاکراس کی اصلاح پر اپنی صلاحیتونکو مرکوز کرنے کی دعوت دی جاتی۔لیکن ڈاکٹر صاحب نے نسبتاًصائب اور درست طریق کارسے بھی کم تر ، نسبتاً غیر موثر اور آخر کار بے نتیجہ اور بے ثمر (infructuous) طریق کار کو ایک نایاب "ایجاد "اور "اجتہاد "کا عنوان دے دیا،جو بیماری نسبتاً ایک موثر اور برتر طریق کار/علاج کوبے اثر کردیتی ہے اور نتیجے کے لحاظ سے صفر بنا کے رکھ دیتی ہے آخر اسی بیماری کا علاج کیے بغیر ایک کم تر اور مشکوک طریق کار /علاج کامیابی کا ضامن کیسے ہو سکتاہے؟

19-واضح رہے کہ بادشاہت کے خلاف جمہوریت نامی،سرمایہ داریت کے خلاف اشتراکی اور ایران کا عالمی سرمایہ داریت کی علامت (شاہ ایران) کے خلاف انقلاب درحقیقت ایک کثیر انسانیت پر جابرانہ استحصالی طا قتوں کے بے پناہ جبر،نا ختم ہو نے والے مظالم اور تباہ کن گھٹن و استحصال

کا ایک نا گزیر ، مضطر بانہ ، مجنو نانہ اور بے پناہ نفر ت و غصہ پر مبنی ر دعمل کا نتیجہ ہے۔سوال یہ ہے کہ کسی قوم یا چند اقوام کے جنو ن ،اضطرار اوربے پناہ نفرت اور غصہ پر مبنی اجتماعی رد عمل کو کسی اسلامی تحریک کے لیے اقامت دین کی خاطر کی جانے والی جدوجہد کے کسی مرحلہ کے لیے ایک ماڈل طریقہ کا ر کے طور پر اور جہاد فی سبیل اللہ /نبی اکر م ﷺکے غزوہ بدر کے متبادل طریق کار کے طور پراختیار کرنے کی دعوت دینا کیا کوئی معقول طرز عمل ہے؟

20یہ وہ سوالات اور دلائل ہیں جو ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کے منہج انقلاب نبوی کے آخری مرحلے میں کیے جانے وا لے اجتہاد اور مطالباتی احتجاجی طریق کار کو ایک مبہم اور غیر واضح طریق کار ثابت کرتے ہیں ۔ اس معاملے میں دورائے نہیں ہو سکتی کہ محض اصلاح نظام او ر تبدیلی احوال کے لئے ان ٹو لز کو وقتی طور پر اور حکمت عملی کے طور پر بطور ایک آپشن محض دعوت دین ، اشاعت دین اور نفاذ شریعت کے لیے استعمال کیا جائے تو بعض مخصوص حالات میں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس فلسفہ انقلا ب میں پائی جانے والی بنیادی خامی یہ ہے اسے یہاں واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔واضح رہے قرار داد مقاصد کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت تسلیم کرنے اور قرآن و سنت کو سپریم لاءقرا ر دینے کے اعلان کے بعد پاکستانی آئین نظری طور پر اس ملک میں بے قید اور مادر پدر آزاداور ملحدانہ جمہور یت کی بجائے ایک محدود کنٹر ولڈ اور معیاری اسلامی جمہوریت کا ماڈل کھڑا کرنے کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔پھر یہ ملک قرآن و سنت کو راہ نجات سمجھے جانے والے مسلمانوں کی اکثریت کا ملک ہے۔لہذا ان دو بنیادی او ر جوہری فرق کی وجہ سے پاکستان کی حدتک اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے نظام کی ہر تبدیلی ( Change within system)بذریعہ "انتخاب"اور"مطالباتی و احتجاجی سیاست "ممکن ہونی چائیے۔اس صورت میں یہ دونوں آرگن تبدیلی احوال اور نفاذ اسلام کے جائز آپشن کہلائیں گے نہ کہ انقلابی طریقہ ہائے کار۔اس تناظرمیں انہیں منہج نبویﷺ کے "انقلابی طریق کار "آخری مرحلہ قتال فی سبیل اللہ کے متبادل کانام دینا علم و دانش ہر دو اعتبار سے ایک فرو تر طرز عمل ہے۔مطالباتی /احتجاجی سیاست اور انقلابی طریق کار (جسے ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم اپنے فلسفہ انقلاب میں بیان کرتے ہیں)ہر دو میں جوہری اور بنیادی فرق ہے وہ اسطرح ہے کہ

۱۔انقلاب سابقہ نظام کی مکمل تباہی اور تبدیلی کانام ہے جبکہ اس کے برعکس مطالباتی احتجاجی طریق کار سابقہ نظام کے اندر رہتے ہوئے بعض اجزائے نظام کی تبدیلی کا عنوان ہے۔

۲۔انقلاب میں ناصرف موجودہ استحصالی نظام تباہ کردیا جاتاہے بلکہ اس کے محافظ حکمران طبقہ کو بھی تباہی سے دورچار ہونا ہوتاہے جبکہ"مطالباتی احتجاجی طریق کار"میں موجودہ نظام کے تحت رہتے ہوئے موجودہ حکمرانوں ہی کے سامنے جمہوری مطالبات پیش کیے جاتے ہیں۔

۳۔ انقلاب موجودہ استحصالی نظام اور اس کے حکمرانوں ہر دوسے بغاوت اور ٹکراو کانام ہے جبکہ مطالباتی احتجاجی طریق کار کا جوازاور وقوع ہی موجود ہ نظام (آئین) اور حکومت کی رٹ کو ماننے سے مشروط ہے ۔

۴۔ انقلاب موجودہ نظام کے بد ترین استبداد،جبر اور گھٹن و استحصال کے رد عمل میں وجود میں آتا ہے جبکہ مطالباتی احتجاجی طریق کار توہے ہی موجودہ جمہوری کی نظام کے عطا اور اسی کا حصہ ۔اس کا مقصدہی سیاسی گھٹن اور حبس سے نظام کو بچا کر رکھنا ہے۔

مختصر یہ کہ اگر تو "احتجاجی و مطالباتی"طریق کار کی افادیت اور جواز کا جائزہ اسلام کے فلسفہ و طریقہ اصلاح کے پیراڈائم میں لیا جائے توپاکستان کے آئین اور مسلم آبادی کی اکثریت کے تناظر میں اس طریق کار کو بو قت ضرورت استعمال میں لے آنا جبکہ اسلام کے حلال وحرام اور عدل و یانت کے اصولوں کی سختی سے پابندی کی گئی ہو،وقتی طور پر مطلوب بھی ہو سکتاہے اور فائدہ مند بھی۔ تاہم جہاں تک "انقلابی طریق کار"کے پیرا ڈائم کا تعلق ہے تو اس پیرا ڈائم میں "انقلاب اور تبدیلی نظام"کے لیے انتخابی اور مطالباتی وا حتجاجی ہر دوطریقہ ہائے کار ":فکر انقلاب "ہی کی رو سے لایعنی ، بے کار ، بے سود اور مہمل قرار پاتے ہیں کیونکہ انقلاب اور انقلابی طریق کار بمعنی "ٹکراو،انہدام اور مسلح تصادم"کے لازمی مرحلوں کے ذریعے جس تبدیلی نظام کا دعویٰ کیا جاتاہے اس میں "غیر خونی"طریق ہائے کارکی کوئی گنجائش نہیں ہے۔لہٰذا تنظیم اسلامی جن دلائل سے "انتخابی طریق کار" کو انقلاب کی ضد قرار دیتی ہے اور اسے لا یعنی ،مہمل اور بے سودطریق کار ثابت کرتی ہے عین وہی دلائل تنظیم اسلامی کے اپنے طریق کار،مطالباتی احتجاجی طریق کارکو زیادہ قوت سے لا یعنی ، مہمل اور بے سود ثابت کرنے کی بالقوہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے قوت بیان کی ساحرانہ و بے پایاں دولت عطافرمائی تھی ۔اور اس ساحرانہ قوت بیان کا قرآن حکیم کی تفہیم کے لیے استعمال اسے دو آتشہ بنا کررکھ دیتاتھا ۔ پھر وہ اسلام کے غلبہ و اقامت کے مکمل داعی تھے نیز اجتہادی وفروعی مسائل میں ائمہ اربعہ کے قرآن و سنت سے اخذ کردہ متفقہ اصولوں (اجماع)کی پیروی کی شدت سے تلقین کرتے تھے ان کی ان تمام خو بیوں اعتراف کے با وجودمنہج انقلاب نبوی میں پیش کیے گئے ان کے فلسفہ انقلاب اور اس کے آخری مرحلے"غیر مسلح تصادم"میں نوع در نوع الجھنیں پائی جاتی ہیں جن کی تفصیل سابقہ سطور میں پیش کی گئی ہے۔

**Biblography**

Munawar, Syed Ali Shah, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Importance of the study of "Seerat" in Text books of Public Educational Institutions of Punjab, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol.3* (4):230- 51.

Awan, Abdul Ghafoor, Jamil Ahmad (2017). Concept of Spiritualism of Peer Syed Ghulam Naseeruddin Naseer Gilani of Golara Sharif, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3* (3):14-35.

Javeria Tehseen, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Critical analysis of the literature relating to three divoces in one sitting, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol .3* (3):71-84

Amjad Ali, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Comparative study of Khutbat-e-Madaras and Muhazirat-e-Seerat, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3* (3): 153-189.

Misbah Tehseen, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Benefits of Marriage Life in Islam in the light of "Bahara-e-Shariat" and "Bahashti-i-Zaver",*Globa Journal of Management, Social Sciencces and Humanities, Vol 3* (3):106-135

Saima Rashid, Soubia Khan, Awan, Abdul Ghafoor (2018). Great saints of Multan and history of their shrines and their social importance, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 4* (2):223-245

Awan, Abdul Ghafoor, Imran Ansari (2017). Specific study of Essays relating to Hazrat Jabir Bin Abdullah, *Global Journal of Management, Social Science and Humanities, Vol.3* (3):39-56.